ڈاکٹر انوار احمد

غالب کی مختلف شرحیں۔ایک جائزہ [1]

A Vision About, Different Descriptions of Ghloib Poetry

Abstract:

Dr. Anwar Ahmed, Chairman Urdu Department,
G.C University, Faisalabad.

Ghalib has to be considered as one of the poet from a few who have always a good reception throughout the ages in Urdu Poetry.

In continuation of research on his poetry now be cause and strong tradition.

In this article, it's a critical analysis of this tradition.

Through this research we have discovered different vision and distributions about Ghalib's Poetry.

During the research we've found some books, which are apparently related but are not in actual related with said topic.

Which have been published for the publisher and related persons commercial interests.

This article also providers us an important information about big collection of books on this topics is in the library of Prof. Latifuzaman Khan in Multan.

This is an important thesis which opens new doors to understand Ghalib's Poetry.

مرحوم ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے اپنی کتاب ''تلاشِ غالب'' میں کلامِ غالب کا ایک ہم عصر شارح، دُرگا پرشاد نادر کا ذکر کیا ہے اور احمد حسین شوکت میرٹھی سے لے کر اثر لکھنوی تک بارہ (۱۲) قابلِ ذکر شارحین کا نام لیا ہے، اُن میں عبدالباری آسی [عبدالباری آسی صاحب نے غالب کے رنگ میں غزلیں کہہ کر شرح لکھی ہے] اور خلیفہ عبدالحکیم کے علاوہ باقی دس نام شمس الرحمٰن فاروقی کی قابلِ قدر شرح ''تفہیمِ غالب'' کے دیباچے میں زیرِ استفادہ ہیں (۲۰)

---

[1] یہ مضمون ۱۷، دسمبر ۲۰۰۵ء کو غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی سیمینار میں پیش کیا گیا۔

تصنیفات کی فہرست میں شامل ہیں۔ گویا اس طرح مشترکہ طور پر جن بائیس (۲۲) کتب کا ذکر دونوں محققین اور ناقدین نے کیا ہے۔ اُن میں حلم دہلوی کی تصنیف کے علاوہ باقی اکیس (۲۱) کتابیں ملتان میں پروفیسر لطیف الزماں خاں کے ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہیں، البتہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے خواجہ قمر الدین راقم اور پھر درگا پرشاد نادر دہلوی کی جن شرحوں کا ذکر کیا ہے وہ میں نہیں دیکھ سکا۔ یہ اور بات کہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے جس شرح کو دُرگا پرشاد نادر دہلوی کی شرح قرار دیا ہے اور اُس میں سے اپنی کتاب ''تلاشِ غالب'' میں شامل مضمون کلامِ غالب کا ایک ہم عصر شارح، میں تفصیل سے مثالیں بھی دی ہیں، اُسی کو شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی کتاب ''تفہیمِ غالب'' میں دُرگا پرشاد نادر دہلوی کے شاگرد حلم دہلوی کی شرح قرار دیا ہے اور اپنے غیر معمولی علم کو اپنے تک محدود رکھنے کی آرزو میں محض ایک سطر حاشیہ میں دی:

''بعض وجوہ کی بنا پر میں اس کتاب کو دُرگاہ پرشاد نادر دہلوی کی تصنیف نہیں سمجھتا، تفصیل یہاں غیر ضروری ہے''۔ (ص ۱۶)

پاکستان میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں محمد ایوب شاہد سے ''شارحینِ غالب کا تنقیدی مطالعہ'' کے عنوان سے ایک پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھوایا ہے، جسے مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور نے جون ۱۹۸۸ء میں شایع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب شاہد نے اس مقالہ میں حالی کے علاوہ نظم طباطبائی، حسرت موہانی، سہا مجددی، نظامی بدایونی، بے خود دہلوی، قاضی سعید الدین احمد، عبدالباری آسی، ملک عنایت اللہ، شیر علی سرخوش، آغا باقر، جوش ملسیانی، اثر لکھنوی، نشتر جالندھری، خلیفہ عبدالحکیم، یوسف سلیم چشتی، نیاز فتح پوری، وجاہت علی سندیلوی، شاداں بلگرامی، غلام رسول مہر، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، ناصر الدین ناصر، احسن علی خان، منظور احسن عباسی، احسان بن دانش، فیاض حسین جامعی، شہاب الدین مصطفیٰ، مولانا ابوالحسن ناطق گلاؤٹھوی، سیّد غضنفر علی، عبدالرشید علوی، نریش کمار شاد، ڈاکٹر نیر مسعود اور شمس الرحمٰن فاروقی سمیت چونتیس (۳۴) شارحینِ کلامِ غالب کی تصنیفات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ حسنِ اتفاق سے یہ سب تصنیفات ملتان میں مذکورہ ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہیں۔ دلچسپ امر ہے کہ اس ذخیرۂ کتب کے حوالے سے ایم۔فِل کی سطح کا ایک مقالہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام نے لکھوایا ہے، فرح ذبیح کے اس مقالے کو شعبۂ اُردو، زکریا یونیورسٹی، ملتان نے شائع کیا ہے۔ اس میں کتاب شماری کی حد تک بہتر (۷۲) شرحوں کا ذکر ہے مگر مختلف

ایڈیشنوں کی تکرار اور ایک ہی تصنیف کی ایک سے زائد کاپیوں کو خارج کریں تو بھی ترپن (۵۳) شرحیں، فرح ذبیح کے مطابق اس ذخیرے میں موجود ہیں، تاہم نو (۹) شرحیں ایسی ہیں جن کا ذکر فرح ذبیح نے نہیں کیا جو خان صاحب کے ذخیرۂ کتب میں بعد میں شامل ہوئی ہیں جن میں نمایاں ''آہنگِ غالب'' منسوب از منشی پریم چند، ''گفتۂ غالب'' حمید اللہ ہاشمی، ''شرحِ دیوانِ غالب'' از قاضی ذوالفقار احمد، ''شرحِ دیوانِ غالب'' از سیّد محمد الیاس ناصر دہلوی، ''شرحِ کلیاتِ غالب فارسی'' از ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی ہیں۔ ملتان ہی میں ایک اور نوجوان اس طرح کی کتابوں کا عاشق ہے، اس کا نام سہیل عباس خان ہے جس نے شروحِ غالب کی ایک وضاحتی کتابیات اپنے ذاتی کتاب خانے اور نو (۹) ماخذات کی مدد سے بنائی ہے جو ایک سو تیرہ (۱۱۳) شروح کے نام لیے ہوئے ہیں۔

کلامِ غالب کے سب سے پہلے شارح تو خود غالب ہیں۔ تخلیق کار، نکتہ داں اور نکتہ رس کے طور پر اپنے اشعار کے بارے میں اُن کی ہر شرح قابلِ توجہ اور پُر از معانی ہے مگر بعض شارحین نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ غالب اپنے اشعار پر گفتگو کرتے ہوئے اُن کی معنویت کو توسیع بھی دیتے رہے ہیں مگر اِس کا اپنا ایک مقام ہے۔ دوسرے قابلِ قدر شارح الطاف حسین حالی ہیں جنھوں نے ''یادگارِ غالب'' اور ''مقدمۂ شعر و شاعری'' میں غالب کے بعض اشعار کی شرح کی ہے یا ایک خاص پس منظر میں اُن کے کسی پہلو کی توضیح کرتے ہوئے بہ طورِ مثال استعمال کیا ہے۔ حالی کی اپنی شاعرانہ بصیرت، انکسار اور دیانتِ علمی کے ساتھ ساتھ مرزا غالب کی شخصیت اور فن کو سمجھنے کی غیر معمولی صلاحیت اُنھیں شارحینِ غالب میں بڑا مقام دیتی ہے۔

مرزا غالب کے ایک قریبی عزیز خواجہ بدرالدین امان دہلوی (۱۸۱۷ء۔۱۸۰۹ء) کے بیٹے قمرالدین راقم کی شرح کو اوّلین شرح کا درجہ دیا جاتا ہے، یہ امان دہلوی وہی ہیں جنھوں نے ''بوستانِ خیال'' کا ترجمہ چھے جلدوں میں کیا تھا، ساتویں اور آٹھویں جلد اُن کے بیٹے قمرالدین راقم نے مکمل کی۔ ''حدائق انظار'' کے عنوان سے جب ۱۸۶۶ء میں پہلی جلد شائع ہوئی تو اس میں مرزا غالب کا دیباچہ بھی شامل تھا۔ راقم کی شرح کا ذکر مختار الدین احمد کی مرتبہ کتاب ''احوالِ غالب'' میں ہوا ہے، اس طرح کہ خواجہ قمرالدین راقم کی دو تحریریں ''من کیستم'' اور ''مرزا غالب کا نسب نامہ'' اور پھر راقم کے نواسے مرزا رفیق بیگ کا ایک مضمون خواجہ قمرالدین

راقم کے بارے میں شامل ہے جب کہ اس شرح کا تفصیلی تعارف ڈاکٹر عبدالغنی نے رسالہ ''اُردو کراچی'' کے غالب نمبر میں کرایا ہے۔ ڈاکٹر عبدالغنی کے مطابق اس شرح کا نام ''بوستانِ خرد'' ہے، واضح رہے کہ قمرالدین راقم کے والد خواجہ امان نے جس قصّے کا ترجمہ کیا تھا اس کا نام ''بوستانِ خیال'' تھا۔ اس میں شارح کی غالب سے قربت یا نجی احوال سے واقفیت کا اِدّعا کچھ مسائل بھی پیدا کرتا ہے، جیسے اس شعر میں:

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجیے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں، سو وہ بھی نہ ہوا

کی تشریح میں پنشن کے قضیے کا ذکر کرکے پورے وثوق سے لکھا:

> ''آخر اس غم میں شامل کو صندوقچہ سے سنکھیا کی ڈلی نکالی اور کھا گئے، اس کے اوپر ایک گلاس برانڈی شراب کا پی لیا اور پلنگ پر دراز ہوگئے، رات بھر حقہ پیتے رہے اور نشے کی حالت میں اجل کی راہ دیکھا کیے، اب آتی ہے، اب آتی ہے، مگر اجل خود اس دلیری سے دُبک گئی، حضرت صبح کو چاق و توانا اُٹھ کھڑے ہوئے، صرف کان بہرے ہوگئے، جان سلامت رہی اور اس شعر میں یہی تلمیح ہے۔''
> (رسالہ اُردو، کراچی، غالب نمبر، ص ۴۳۱)۔

خواجہ عبدالغنی نے کافی کاوش سے ثابت کیا ہے کہ مذکورہ شعر ''نسخۂ بھوپال'' میں موجود ہے۔ گویا یہ ۱۸۲۱ء سے پہلے کہا گیا اور قضیۂ پنشن بعد کی بات ہے۔ (ایضاً، ص ۴۳۲) یہ اپنی جگہ بعض محققین کی نارسائی کا معاملہ ہے جو کسی تخلیق کار کو یہ اجازت بھی نہیں دیتے کہ وہ اگر کبھی مرنے کا ارادہ کرے تو فی البدیہہ شعر کہنے کی بجائے اپنے پہلے سے کہے ہوئے کسی شعر کو پڑھ لے۔

دُرگاہ پرشاد نادر دہلوی، محرر کپاس بھی رہے، فارسی کے مدرّس بھی، اب تصنیف ''چار چمن'' اُن کی ہے یا اُن کے شاگرد حلم دہلوی کی، اس کے ایک جزو میں غالب کے چوہتر (۷۴) اشعار کی شرح موجود ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت کے احترام کے باوجود یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ اس میں مدرّس کی خوبیاں اور خامیاں بخوبی دیکھی جاسکتی ہیں اور بعض جگہ یہ خامیاں یا کمزوریاں بدمذاقی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، جیسے:

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا

کی شرح میں وہ لکھتے ہیں:

''یہ طب کا مسئلہ ہے جب رگوں میں ہوا بھر جاتی ہے تو خون میں بلبلے ہو جاتے ہیں۔اس کو ریح کی بیماری کہتے ہیں۔قطرے کو یہ درد ریح ہو کر یعنی ہوا بھر کر بلبلہ بن گیا۔بلبلے کی ہوا جب تک بلبلے کی حد میں رہے تب تک یہ ہوا کا درد درمیان ہے اور جب یہ ہوا حد سے بڑھی یعنی پھیل کر باہر کو سر نکالا پس اسی دم درمیان سے نکلی اور درد کو آرام ہوا۔اس لیے درد ہی کا حد سے نکل جانا قدرتی دوا ہے۔ہوا نکلنا یعنی مرجانا ہے۔بلبلے کے واسطے فنا ہونا عشرت ہے کہ دریا میں مل کر دریا بن گیا''۔(ص ۱۶۵)

اسی طرح دیوانِ غالب کے پہلے شعر کی وضاحت میں فریادی کی فریاد کو باضابطہ بنانے کے لیے یوں لکھا:

پہلے زمانے میں دستور تھا کہ جس کو عدالت ماتحت کا اپیل کرنا ہوتا تھا وہ عدالت ماتحت کی نقلِ حکم اپنے جامے پر ٹانک کر عدالت عالیہ کے سامنے جا کھڑا ہوتا تھا۔'' (ص ۱۶۴)

لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

کی شرح میں صرف ایک فقرہ لکھا: اس شعر کا مطلب بھی وہی ہے جو پیچھے ۶۸ ویں شعر میں سر پر آرے چلنے کا ہے''۔(ص ۱۹۹) واضح رہے کہ ۶۸ واں شعر یہ ہے:

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

جب کہ غالب کے اس لازوال شعر:

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برق خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

کی شرح میں مشکل الفاظ کے معنی لکھنے کے بعد لکھا:

''دکانداروں اور اہلِ حرفہ اور سوداگروں وغیرہ کے کاروبار اپنے اختیار میں ہوتے ہیں، جس قدر جلدی اور کوشش کریں اُسی قدر فائدہ ہے اور کسانوں کی کھیتی اپنے اختیار میں نہیں، آسمانی اختیار میں ہے۔جب بارش ہوگی تب ہی بودیں گے اور جلدی کر کے تھوڑی سی بوندوں میں بودیں، بیج بھی جاوے اور فصل بھی اور جب تک کھیتی اچھی طرح نہ پک جائے کاٹ نہیں سکتا، اگر جلدی کاٹ لیوے تو اناج مرجھایا اور سوکھا

نکلے۔علی ہذا القیاس کسان جس قدر جلدی کرے اُسی قدر نقصان ہے... خلاصہ یہ ہے
کہ جلدی انسان کو خراب کرتی ہے کہ تعجیل کار شیاطیں بود۔" (ص۱۸۳،۱۸۴)

گمان ہوتا ہے کہ اس طرح کی تشریح بھی جلدی میں کی جاتی ہے۔

عبدالعلی والہ کی "وثوقِ صراحت" ۱۸۹۴ء اور شوکت میرٹھی کی "حل کلیاتِ اُردو"، ۱۸۹۸ء میں شایع ہوئی جنھیں نظم طباطبائی کی شرح پر بھی زمانی تقدیم حاصل ہے۔ "وثوقِ صراحت" کے دیباچے میں والہ کے صاحب زادے عبدالواجد نے لکھا کہ "والدِ مرحوم جب نظام کالج میں بی اے کلاس کو اُردو دیوانِ مرزا غالب دہلوی کا پڑھاتے تو اُس کے اُن مقامات پر جن کو شرح طلب جانتے تھے ایسے مشکلات پر جن کو حل کے قابل سمجھتے تھے شرح اور حل لکھ دیتے تھے۔" (ص۵) ظاہر ہے یہ وہ اشارے ہیں جنھیں شاگردوں سے زیادہ معلم خود سمجھ سکتا ہے، جیسے:

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمیر کا

کے حوالے سے صرف اتنا لکھا ہے کہ "شوقِ عاشق جو شائقِ قتل ہے"۔ والہ کے صاحب زادے عبدالواحد واجد سے منسوب ایک شرح "وجدانِ تحقیق" بھی لطیف الزماں خاں کے ذخیرۂ غالبیات میں ہے جو درحقیقت "وثوقِ صراحت" کا ایک ضمیمہ ہے اور اس پر درج بھی ہے کہ یہ والہ کے اشارات کی توضیح ہے۔ شوکت میرٹھی کی شرح کی ایک خصوصیت البتہ ہے کہ انھوں نے اچھے طالبِ علموں کے اُس گرم جوش تجسس کو آسودہ کرنے کی کوشش کی ہے جو ہر شعر کے کم از کم چار مفہوم تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے اس میں لغت پر اپنے عبور کو غیر ضروری طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ اب جیسے دیوان کے پہلے شعر کے پہلے ہی لفظ "نقش" کے حوالے سے لکھا گیا ہے:

"نقش بالفتح مصدر لکھنا پاؤں سے کانٹا لگانا، نہرنے سے ناخن تراشنا، موچنے سے
بال اُکھاڑنا، حرفِ غلط یا خط کا چھیل ڈالنا، بازی کا داؤ حسبِ مراد آنا، مثلاً پو بارہ،
ایک خراسانی باجے کا نام، جمع نقوش"۔ (حل کلیاتِ اُردو، ص۳)

اصل میں فہرست سازی میں کچھ تو ایسی کتابوں کو شامل کرلیا گیا ہے جو سرے سے شرح کے ذیل میں آتی ہی نہیں، جیسے شوکت تھانوی کی "نورتن" جس میں غالب کے کلام کی مزاحیہ انداز میں شرح کی گئی ہے اور ساتھ ہی مصنف کے مزاحیہ مضامین بھی اسی کتاب میں

شامل ہیں۔ ایسے ہی غلام احمد فرقت کاکوروی کی مزاحیہ ''شرحِ دیوانِ غالب'' بھی ہے جس میں ''خطوطِ غالب'' کے اُسلوب کو برتا گیا اور مقدمہ بھی اِس طرح لکھا گیا جیسے غالب نے عالمِ بالا سے لکھ کر بھیجا ہو۔ پھر شرحوں کی ایک قسم وہ ہے جو مختلف امتحانات کے اُمیدواروں کو مدِنظر رکھ کر محض تجارتی مفادات کے لیے لکھی گئیں، جیسے محض ردیف ''الف'' یا ''ن'' یا ردیف ''ی'' کی غزلوں کی شرح، مثلاً دہلی سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہونے والی ''شرح دیوانِ غالب'' از فیاض حسین جامعی (ردیف الف، بی اے اور ادیب فاضل کے طالب علموں کے لیے)، یا ایم ایس شفیق سیال کی لاہور سے شائع ہونے والی ''شرح دیوانِ غالب'' جس میں ردیف ''ن'' کی غزلوں کی شرح کی گئی ہے، یا عاصی کرنالی کی ''خوش مطالب'' جس میں اسی طرح ردیف ''ن'' کی غزلوں کی شرح موجود ہے، اسی طرح محبوب الٰہی کی ''ارمغانِ غالب'' صرف ردیف ''میم'' کی شرح ہے، ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل کی ''شرحِ کلام غالب'' (ردیف و)، پروفیسر طفیل دارا کی ''رموزِ غالب'' (ردیف ن)، آقا بیدار بخت کی ''گنجینۂ مطالب'' فارسی (ردیف م کی شرح) اور آقائے رازی کی ''الہامات'' بھی غالب کی فارسی غزلوں کی ردیف م کی وہ شرح ہے جو السنہ شرقیہ کے طالبِ علموں کی امتحانی ضرورتوں کی خاطر لکھی گئی تھی مگر سب ہی اساتذہ نے ایسا نہیں کیا، اُن کی شرح یقیناً طالبِ علموں اور تدریس پر مامور نئے اُستادوں کے کام آئی مگر ان شرحوں کا تعلق انتقاد کے سنجیدہ عمل کے ساتھ ہے، جیسے شاداں بلگرامی کی ''روح المطالب فی شرحِ دیوانِ غالب''، مولانا سیّد ممتاز احمد سہا مجددی کی ''مطالبِ الغالب''، نشتر جالندھری کی ''روحِ غالب''، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی ''شرحِ غزلیاتِ فارسی'' (حصہ اوّل و دوم) جو ۱۳۲۹ صفحات پر مشتمل ہے اور جس کی تلخیص صوفی تبسم نے ہی ''روحِ غالب'' کے نام سے کی تھی، یا پھر شارحین کے نسیم حجازی، یوسف سلیم چشتی کی شرح جو ۹۵۲ صفحات پر محیط ہے، لیکن آغا محمد باقر کی ۶۴۸ صفحات پر پھیلی ''بیانِ غالب'' کا ایک امتیاز البتہ ہے کہ جعفر علی خان اثر کی مختصر شرح (جو دراصل غالب کے چالیس اشعار کی تشریح ہے) اور انتخابِ کلام ''مطالعۂ غالب'' میں مختلف شارحین کے اقوال دینے کے بعد مصنف کی جانب سے ''عرضِ اثر'' کے طور پر ایک بیان ملتا ہے تو انھوں نے اعتراف کیا کہ یہ جو وہ اپنی کتاب میں مختلف شارحین کی رائے دے رہے ہیں تو یہ آغا محمد باقر کی شرح سے ماخوذ ہے۔ اسی سلسلے میں نیاز فتح پوری کی ''مشکلاتِ غالب'' کا ذکر کیا جاسکتا ہے جو منتخب کلامِ غالب کی ایک ایسے سخن شناس اور نقاد کی جانب سے شرح ہے جو جب تک اصلاحِ کلام میں متبادل الفاظ پیش نہیں

کرتے اُن کا بھرم قائم رہتا ہے۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے ''مرقعِ چغتائی'' کے نام ور خالق عبدالرحمٰن چغتائی کی فنی عظمت اور غالب شناسی اُس وقت تک مرعوب و مسحور کرتی رہتی ہے جب تک وہ تنقید لکھنا نہیں شروع کر دیتے۔

اسی ضمن میں کچھ پبلشروں نے یہ بھی کیا کہ مصنف کا نام بدل کر مقدّمہ نگار کے نام کو نمایاں کر کے ایک اور کتاب چھاپ دی۔ آغا محمد طاہر کی ایک شرح ''شرحِ کلامِ غالب'' کا ذکر ملتا ہے جب کہ حقیقت میں انھوں نے کوئی شرح نہیں لکھی، یہ دراصل وحید الدین بے خود دہلوی کی کتاب ''مراۃ الغالب'' ہے جس کا دیباچہ محمد طاہر، نبیرۂ آزاد نے لکھا تھا۔ اسی طرح ''دیوانِ مع شرح'' آتما رام کے نام سے فہرستوں میں متداوّل ہے، دراصل یہ جوش ملسیانی کی شرح ہے جو آتما رام اینڈ سنز، کشمیری گیٹ، دہلی نے چھاپی تھی اور بعد میں جب کسی نے اس کو کہیں اور چھاپنا چاہا ہوگا تو مصنف کے بجائے پبلشر کے نام سے اسے شایع کیا ہوگا یا میری طرح کے کسی نیم محقق نے فہرست سازی میں اسے ایک اور شرح کے طور پر دیکھا ہوگا۔ پریم چند سے منسوب ایک شرح ''آہنگِ غالب''[1] کا بھی بعض فہرست سازوں نے ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اورینٹل کالج لاہور کے سابق صدرِ شعبۂ اُردو، ڈاکٹر تحسین فراقی کے کتاب خانے میں اس کی عکسی نقل موجود ہے مگر ایک تو پریم چند کے کسی مستند سوانح نگار اور ناقد نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا، دوسرے یہ بات بھی خلافِ قیاس ہے کہ پریم چند، غالب کے کلام کی شرح کریں۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ تجارتی مصلحت کے پیشِ نظر کسی پبلشر نے اُن کے نام کو استعمال کیا ہو۔

بہرطور اِس پوری روایت پر نظر ڈالیں تو چند شارح غیر معمولی طور پر نمایاں نظر آتے ہیں جن میں عبدالباری آسی (مکمل شرحِ دیوانِ غالب)، علی حیدر نظم طباطبائی (شرحِ دیوانِ اُردوئے غالب)، غلام رسول مہر (نوائے سروش)، جوش ملسیانی (شرحِ دیوانِ غالب)، بے خود موہانی (شرحِ دیوانِ غالب)، حسرت موہانی (دیوانِ غالب مع شرح دیوانِ غالب)، سعید الدین قاضی (دیوانِ غالب مع شرح و مقدمہ)، مسعود حسن رضوی ادیب (شرح طباطبائی اور تنقیدِ کلامِ غالب)، منظور احسن عباسی (مرادِ غالب)، گیان چند جین (تفسیرِ غالب)، نیر مسعود (تعبیرِ غالب)، شمس الرحمٰن فاروقی (تفہیمِ غالب)، فرمان فتح پوری (شرح و متنِ غزلیاتِ غالب) اور پرتو روہیلہ (مشکلاتِ غالب) کی کتابیں اُن لوگوں کی توجہ جذب کرتی ہیں جو نہ صرف مشرقی شعریات کی اساس کو مغربی علوم کی مدد سے متعین کرنا چاہتے ہیں، جو یہ بھی جانتے ہیں کہ متن کے رسمی مگر مقبول معنی، خالق اور قاری کے مابین حجابِ اصغر نہیں

---

[1] پروفیسر لطیف الزماں کے ذخیرۂ غالبیات میں اس کتاب کا عکس موجود ہے۔

حجاب اکبر کی طرح حائل ہوجاتے ہیں اور یہ بھی جاننے کے خواہاں ہیں کہ آخر اس خطے میں، غالب جیسے سیکولر اور خیال وفکر کے ساتھ ساتھ اظہار کی تزئین کا تمنائی جدید انسان کے تشکیک بھرے سوالوں کی حوصلہ افزائی کیوں کرتا ہے۔

ماخذات:

۱۔ آسی، عبدالباری: ''مکمل شرح کلام غالب''، لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ۱۹۳۰ء۔
۲۔ آغا محمد باقر: ''بیانِ غالب'' (شرح دیوانِ غالب)، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۷ء۔
۳۔ ادیب، مسعود حسن رضوی، ڈاکٹر: ''شرح طباطبائی اور تنقید کلام غالب''، لکھنؤ، کتاب نگر، ۱۹۷۱ء۔
۴۔ بے خود موہانی: ''شرح دیوانِ غالب''، مرتبہ: سید سکندر آغا، لکھنؤ، نظامی پریس، ۱۹۷۰ء۔
۵۔ جوش ملسیانی: ''شرح دیوانِ غالب''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء۔
۶۔ حالی، الطاف حسین: ''یادگارِ غالب''، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۶ء۔
۷۔ سعید احمد، قاضی: ''دیوانِ غالب مع شرح ومقدمہ''، علی گڑھ، ایجوکیشن بک ہاؤس، س ن۔
۸۔ شوکت، تھانوی: ''نورتن'' (مزاحیہ شرح کلام غالب)، لکھنؤ، قومی پریس، ۱۹۶۰ء۔
۹۔ شمس الرحمٰن، فاروقی، ڈاکٹر: ''تفہیمِ غالب''، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۹ء۔
۱۰۔ فرح ذبیح: ''نادر ذخیرہ غالبیات''، ملتان، شعبۂ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء۔
۱۱۔ گیان چند، ڈاکٹر: ''تفسیر غالب'' (غالب کے غیر متداول کلام کی شرح)، جموں اینڈ کشمیر آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، ۱۹۷۱ء۔
۱۲۔ محمد ایوب ڈاکٹر: ''شارحینِ غالب کا تنقیدی مطالعہ''، جلد اوّل، جلد دوم، لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔
۱۳۔ مختار الدین احمد: ''احوالِ غالب''، علی گڑھ، انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۳ء۔
۱۴۔ منظور احسن، عباسی: ''مرادِ غالب''، لاہور، سید سنز پرنٹرز، ۱۹۷۵ء۔
۱۵۔ مہر، غلام رسول: ''نوائے سروش''، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، س ن۔
۱۶۔ نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر: ''تلاشِ غالب''، لاہور، کتابیات، ۱۹۶۹ء۔
۱۷۔ نظم طباطبائی، علی حیدر: ''شرح دیوان اُردوئے غالب''، لکھنؤ، سرفراز پریس، ۱۹۵۴ء۔

رسالہ

۱۔ سہ ماہی ''اُردو''، کراچی، غالب نمبر ۱۹۶۹ء۔

O ------- O